واقع ہوگیا ہے (ص ۲۲۴) سہو مولانا سے نہیں بلکہ تنقید نگار سے ہوگیا ہے۔ مولانا نے تاریخ خمیس ص ۵۱۷ کا حوالہ دیا ہے اور وہاں مولانا کی بیان کردہ تفصیل موجود ہے (المطبعۃ العامرۃ العثمانیہ طبع اول ۱۳۰۲ھ جلد اول) البتہ وہ کعب بن اشرف کے قتل کے سیاق میں نہیں، بلکہ غزوۂ بنی نضیر کے سیاق میں ہے۔ مقدمۂ سیرت کے آخر میں مولانا شبلی ہی نے "نتائج مباحثِ مذکورہ" کے عنوان سے پوری بحث کا خلاصہ کر دیا ہے لیکن تنقید نگار نے اسے سہواً مولانا سید سلیمان ندوی کے قلم سے سمجھ لیا ہے (ص ۵۲، ۵۳، ۱۱۷) مصرع "و نذھل عن أبنائنا و الحلائل" کا ترجمہ مولانا شبلی نے یہ کیا ہے "اور ہم اپنے بیٹوں اور بی بیوں سے بھلا نہ دیے جائیں" (ص ۳۲۳) زیر تبصرہ کتاب میں سہواً "بی بیوں" کی جگہ "بیٹیوں" نقل ہوگیا ہے (ص ۱۷۵)

یہ کتاب تنقید و تبصرہ کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ فاضل مصنف نے بڑی دیدہ ریزی اور چھان بین سے کام لیا ہے۔ پوری بحث میں علمی و استدلالی انداز اختیار کیا ہے اور حفظِ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔ زبان کی شائستگی اور اعلیٰ تحقیقی معیار پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

## چراغِ نوا ڈاکٹر رئیس نعمانی

پتا: ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۳۰ روپے

ڈاکٹر رئیس نعمانی فارسی ادبیات کے معروف اسکالر ہیں، فارسی زبان و ادب میں انھیں کامل دستگاہ حاصل ہے۔ ہندوستان اور اس کے باہر جہاں بھی فارسی زبان و ادب سے متعلق کوئی جلسہ یا مذاکرہ ہوتا ہے، اس میں ان کی شرکت ناگزیر تصور کی جاتی ہے۔ وہ تقریباً دو دہائیوں سے دانش گاہِ علی گڑھ کے سیدنا طاہر سیف الدین ہائی اسکول میں فارسی کے استاد ہیں۔ فارسی شعر و ادب سے متعلق ان کی متعدد کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ ان میں "برات معنی" (فارسی غزلوں کا مجموعہ) "حدیثِ حیات" (معاصر ہندوستانی فارسی گو شعرا کا مختصر تذکرہ) اور "آئینۂ حیرت" (فارسی کی شاعرات کا تذکرہ)

خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ موجودہ ہندوستان میں فارسی زبان و ادبیات سے یہ دلچسپی بہرحال قابلِ تحسین بھی ہے اور لائقِ تقلید بھی۔ پھر چونکہ ان کی تعلیم و تربیت لکھنؤ جیسے تہذیبی شہر میں ہوئی، اس لیے اردو میں بھی شعرگوئی کا اچھا اور ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "چراغِ نوا" ان کی نعتیہ شاعری کا مختصر مگر دل کش و دل آویز مجموعہ ہے۔ دورانِ مطالعہ جہاں اس قسم کے شعر نظر آئے دامنِ دل کھنچتا ہوا محسوس ہوا: ؏

کبھی نوا اضطرابِ شوق ہوگا، کام گار آخر
سوادِ دشتِ طیبہ اور مرا پائے جنوں ہوگا

رُو بہ رُو ان کے عیاں حالِ تمنا ہوتا
کاش! چودہ سو برس پہلے میں پیدا ہوتا

خدا کی محبت، نبی کی اطاعت
یہی ہیں مسلماں کے جینے کی باتیں

عنایتوں کے بہت طور ہیں دلِ مضطر
غمِ حیات! نہ کر، ہاں غمِ حیات کی بات

چوں کہ رئیس نعمانی بنیادی طور پر فارسی کے آدمی ہیں اور فارسی ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، اس لیے خواہ انھوں نے نظم میں کوئی بات کی ہو خواہ نثر میں، ہر جگہ وہ فارسی کے دامن گرفتہ نظر آتے ہیں۔ گرچہ "چراغِ نوا" کے سرِ ورق پر مجموعۂ نعت لکھا ہوا ہے، لیکن بہ حیثیتِ مجموعی ہم اسے مجموعۂ نعت نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے کہ اس چونسٹھ صفحے کی کتاب میں سولہ صفحات تو لوح، طباعتی تفصیلات، انتساب اور "حرفِ ناگزیر" پر مشتمل ہیں اور آخر کے ۲۵ صفحات حضرت کعب بن زہیرؓ کے قصیدۂ "بانت سعاد" کے منظوم ترجمے اور حواشی و مراجع کے لیے مختص ہیں۔ شاعر کی تخلیق کردہ نعتوں کا حصہ بہت مختصر ہے، تاہم جو نعتیں بھی اس میں شامل کی گئی ہیں، وہ زبان و بیان کے کامل رکھ رکھاؤ اور فکر و عقیدہ کی مکمل طہارت و پاکیزگی کی نمائندگی کرتی ہیں اور شاعر نے ابتدائی صفحات میں نعت سے متعلق اپنے جس نقطۂ نظر کا اظہار

کیا ہے، ہر نعت اس کی مظہر ہے۔

جناب رئیس نعمانی نے "حرفِ ناگزیر" کے تحت اپنے مقدمے میں لکھا ہے:

"گزشتہ تیس سال کے عرصے میں نعتیہ شاعری کے چھوٹے بڑے بے شمار مجموعے نظر سے گزرے، مگر ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اسلامیات کے ایک سچے غیر جانب دار طالب علم کے ادراک و احساس کو مجروح نہ کرتا ہو"۔ (ص: ۸)

میرا خیال ہے کہ ماہر القادری، ابوالوفا عارف شاہ جہاں پوری، عامر عثمانی، فضا ابن فیضی، نعیم صدیقی، ابوالمجاہد زاہد، ابوالبیان حمّاد، اور نسیم احمد فریدی کی نعتیہ شاعری موصوف کی نظر سے نہیں گزری، ورنہ وہ ضرور ان راسخ العقیدہ شعرا کو مستثنیٰ کرکے اپنے تاثرات قلم بند کرتے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے شعرا ہیں ملتے ہیں، جن کی نعتیں عقیدہ وفکر کی اسلامی کسوٹی پر کھری اترتی ہیں۔

کتاب میں ایک جگہ جس انداز واسلوب میں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ رئیس نعمانی جیسے اہلِ علم ودانش کی شان کے منافی ہے۔ مولانا مرحوم ایک جیّد عالمِ دین وفقیہہ تھے۔ "خاں صاحب" ان کی شناخت نہیں رہی۔ یہ تو ان کے نام کا ایک جزو ہے۔ ان کی اصل شناخت ان کا وہ علم اور تفقّہ ہے، جو ہزاروں صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔ ان ہی ہزاروں صفحات میں بکھرے ہوئے بعض افکار و نظریات پر رئیس نعمانی نے بہ جا طور پر گرفت کی ہے۔ بعض دوسرے اہل علم کو بھی ان سے اختلاف رہا ہے۔

حاصلِ تبصرہ یہ کہ "چراغِ نوا" ایک اچھی اور معیاری شاعری کا نمونہ پیش کرتی ہے اور "بہ قامت کہتر و بہ قیمت بہتر" کی فارسی کہاوت اس پر صادق آتی ہے۔

(تابش مہدی)